منشایاد کے افسانوں میں دیہی معاشرت

ڈاکٹر تحسین بی بی، صدر شعبۂ اُردو، ویمن یونیورسٹی، صوابی

Abstract

Prior to Mansha Yad, various aspects of rural life and society were depicted in Urdu fiction. Mansha Yad emphasized the different aspects of rural life in his fiction writings. His writings also covered the feudal system and the two extremes of rural society i.e. the landlords and the farmers.the This literary research artical has taken to shed light on all of these sensitive issues according to Mansha yad writings.

منشایاد جدید اردو افسانے کا معتبر حوالہ ہیں۔منشایاد نے اپنے افسانوں میں زندگی کی مختلف جہات کو پیش نظر رکھا ہے۔ان کے افسانوں میں زندگی اپنی پوری رنگا رنگی کے ساتھ موجود ہے۔منشا یاد کے افسانوں میں موضوعات کے حوالے سے بڑا تنوع ہے۔انھوں نے معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے مختلف طبقات کے افراد کی حرکات وسکنات کو بے نقاب کیا ہے۔ان کے افسانے ہمارے معاشرے کے ذہنی، جذباتی، معاشرتی اور فکری رجحانات کا آئینہ ہیں۔بقول منشایاد:

> ''میرے افسانوں کے موضوعات بھی مخصوص نہیں، متنوع ہیں۔انسانی زندگی کے سارے ہی پہلوؤں اور رُخوں کو پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔دیہاتی اور شہری زندگی کے مختلف پہلو، فرد اور معاشرے کے داخلی اور خارجی معاملات، وسائل، عام آدمی کے دکھ سکھ، ماحول کی گھٹن، سیاسی جبر اور طبقاتی تقسیم سے متعلق موضوعات میرے بہت سے افسانوں کا موضوع بنے۔''[1]

منشایاد کو اپنے عہد کے افسانہ نگاروں میں یہ انفرادیت بھی حاصل ہے کہ وہ دیہات کی عکاسی میں فکر کے ساتھ فن کے تجربے بھی کرتے ہیں اور انھوں نے روایتی انداز کو من وعن نہیں اپنایا بلکہ انھوں نے جدت وندرت سے کام لیا اور سب باتوں کو علامتوں کے ذریعے پیش کر دیا۔منشایاد اس حوالے سے جدید افسانہ نگاروں میں منفرد مقام رکھتے ہیں کہ دیگر جدید افسانہ نگاروں کے برعکس گھمبیر اور گہری علامتوں کے بجائے ہلکی پھلکی علامتوں اور استعاروں کا استعمال کیا۔منشایاد جہاں روایت سے جڑے ہوئے ہیں وہیں وہ روایت میں نیا پن پیدا کرتے ہیں۔ان کے

افسانے جہاں کلاسیکی طرز لیے ہوئے ہیں وہیں جدت کی ہم آہنگی کلاسیکی انداز کو ایک نئے معنی عطا کر رہی ہے۔ اس حوالے سے جمیل ملک رقم طراز ہیں:

> ''یوں کہا جا سکتا ہے کہ منشا یاد ایک طرف روایت میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف جدت کو نئی نئی جدتوں کے روبرو کرنے کی سعی کر رہا ہے۔''[۲]

منشا یاد کا مشاہدہ بڑا گہرا ہے۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو نہایت فنی ہنرمندی سے پیش کیا۔ عمیق مشاہدے کی بنا پر انھوں نے چھوٹے چھوٹے موضوعات کی بھی اس طرح مربوط انداز میں عکاسی کی ہے کہ افسانہ نگاری کا حق ادا کر دیا۔ منشا یاد کا افسانوی فن معاشرے کے ساتھ پیوست ہے۔ وہ قومی، معاشی، سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی مسائل پر قلم اٹھاتے ہیں۔

منشا یاد نے اپنے افسانوں میں دیہات کو خاص طور پر موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے بیسویں اور اکیسویں صدی کے دیہات کو بیان کیا ہے لیکن مسائل آج بھی وہی ہیں اور نچلی ذاتوں کو خواہ ہندو معاشرہ ہو یا مسلم، دیہات میں ایک جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ منشا یاد کا ادبی سفر عہد حاضر میں دیہاتی معاشرت کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے اپنے دیہات کی سوندی مٹی سے اپنی محبت کا اظہار افسانوں کی صورت میں کیا۔ بقول ڈاکٹر اسد فیض:

> ''اپنے افسانوں میں منشا یاد نے پنجاب کے دیہات کی ریت روایت، کسانوں اور نچلے متوسط طبقے کی کہانی بیان کی ہے۔ وہ ماحول اور ثقافت جو شہروں کی دلکشی کے پس منظر میں گم ہوتا جا رہا ہے۔ منشا یاد نے اس کی کہانیوں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ پریم چند کی روایت کا ایک دیہات نگار ہے۔''[۳]

منشا یاد نے یہی پنجاب کی روایات کی جزئیات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے افسانہ نگار نے بیان کی ہو۔ منشا یاد نے دیہات کی سادہ و معصوم زندگی کے تمام پہلوؤں کو بڑے فنکارانہ انداز سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے دیہاتیوں کے احساسات و جذبات اور وہاں کے رنگا رنگ قدرتی مناظر کو پوری رنگینی کے ساتھ ابھارا ہے۔ جن کے پڑھنے سے دیہات کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

منشا یاد دیہات سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے وہ دیہاتی مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں اور دیہاتی لوگوں کی مشکلات کو بھی جانتے ہیں۔ ان کی نفسیات کو خوب سمجھتے ہیں جس سے ان کی افسانہ نگاری میں حقیقت نگاری کو توانا صورت ملتی ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''منشا یاد دیہاتی آگہی کے افسانہ نگار ہیں، انھوں نے نچلے طبقے کے کرداروں کو ان کے ذہنی خلفشار سمیت قبول کیا اور حقیقت کو نئی صورت میں ابھار دیا۔ ان کا افسانہ داخلی طور پر توانا اور معنی کی سطح پر خیال آفریں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں افسانے کی ایک معتبر آواز تسلیم کیا گیا۔''[۴]

منشا یاد نے دیہاتیوں کو ان کی گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھا ہے، کیونکہ وہ خود دیہات سے تعلق رکھتے

ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ سادہ دل دیہاتیوں کے غم اور خوشی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ان کے افسانوں میں سادہ لوح دیہاتی اور ان کی بے لوث زندگی، خلوص، مہمان نوازی، رسم و رواج، غم، خوشیاں، دوستیاں، دشمنیاں، خود داری کو بھر پور عکاسی ملتی ہے۔انھوں نے دیہاتی زندگی کی عکاسی اس انداز میں کی ہے کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا اور قاری کے سامنے دیہاتی زندگی اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ گھومنے لگتی ہے۔منشایاد دیہاتی زندگی کی جان دار مصوری اور نقاشی کرتے ہیں۔دیہات کے موضوع سے انھیں والہانہ محبت ہے۔

منشایاد نے اپنے افسانوں میں دیہاتیوں کی سماجی اور معاشرتی زندگی کی بھی بھر پور عکاسی کی ہے۔دیہاتیوں کی سادہ لوح باتیں، زمینداروں اور چوہدریوں کی باتیں، ایک دوسرے کے دکھ درد بٹانے کی باتیں، ساس بہو کے جھگڑے، بھوت پریت کی باتیں، مولویوں کے فتوے وغیرہ قاری کی توجہ اپنی طرف کرتی ہیں۔بقول نجم الحسن رضوی:

> ’’منشایاد کے افسانوں سے عبارت زندگی کے کوچے میں بھی ہمیں تفکر کے نت نئے دریچے کھلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اگرچہ ان کے افسانے بڑے نمایاں انداز میں دیہی معاشرت کی قدیم روایات، اعتقادات اور لوک دانش کا عکس پیش کرتے ہیں۔‘‘[۵]

منشایاد کا پہلا افسانوی مجموعہ ’’بند مٹھی میں جگنو‘‘ (۱۹۷۵ء) ہے۔منشایاد کے ابتدائی دور کے ہونے کے باوجود فنی پختگی لیے ہوئے ہیں۔اس مجموعے کو منشاد نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلے میں حقیقت نگاری اور براہ راست کہانی کہنے کا جو طرزِ عمل ہے وہ دوسرے حصے کے علامتی افسانوں پر بھی اپنا پرتو ڈال رہا ہے۔اس افسانوی مجموعہ میں بھوک اور جنسی جبلت کے انسان پر اثرات، معاشی و معاشرتی جبر، شہری اور دیہی زندگی کا تضاد وغیرہ کو پیش کیا ہے۔

منشایاد کا پہلا ہی افسانوی مجموعہ ایک حقیقت پرستانہ افسانہ نگار کے قلم سے نکلی نگارشات پر مبنی ہے کہ جس میں انھوں نے کہیں تو صرف دیہاتی زندگی کی عکاسی کی تو کہیں دیہاتی زندگی کی عکاسی کے ساتھ شہری زندگی کی حقیقت نگاری کا زور ڈالا، کیونکہ منشایاد کی افسانہ نگاری کا آغاز جبر و استبداد کے زور پر ہوا تو انھوں نے اپنے نظریات کو علامت کے سہارے پیش کرنے کا تہیہ کیا وہ علامتی افسانوں کے ذریعے دیہاتی زندگی کے ان مسائل کو پیش کرتے ہیں کہ جو بھوک، جبری جبلت، معاشرتی جبریت اور بے بسی و لاچاری سے آلودہ ہے۔اس حوالے سے ان کے اہم افسانے ’’بند مٹھی میں جگنو‘‘، ’’دوپہر اور جگنو‘‘، ’’دل کا بوجھ‘‘، ’’جڑیں‘‘، ’’تیسرا شخص‘‘، ’’خواہش کا اندھا کنواں‘‘، ’’تیرھواں کھمبا‘‘، ’’عصا‘‘، ’’سانپ اور صدا‘‘، ’’دوجمع دو‘‘ قابل ذکر ہیں۔

ان افسانوں میں انھوں نے دیہاتی زندگی کے تناظر فرد کی زندگی کی اس طرح عکاسی کی ہے کہ وہ اپنی کدورتوں اور تلخیوں کے ساتھ سامنے آ گیا۔اس کے ساتھ ہی یہاں پر انھوں نے دیہاتی معاشرت کے غریب اور متوسط طبقے کے ان لوگوں کو جو ہمیشہ چودھریوں اور ساہوکاروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں کو بھی موضوع بنایا ہے۔

افسانہ ’’بند مٹھی میں جگنو‘‘ میں دیہی معاشرت و زندگی کی فطرت اور خالص انسانی روشتوں کے ساتھ ساتھ

طبقاتی تضاد، منافقت اور خیر وشر کی بے توقیری کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

> ''گاؤں کے ننگ دھڑنگ سینکڑوں بچے اس کے گرد جمع ہو کر دونی کا پہاڑا پڑھنے لگے۔ غلیظ مکھیاں چاروں طرف بھنبھنانے لگیں، چربی جلنے کی سڑاند ہر طرف پھیل گئی اور چکی کے پاٹ کے نیچے اس کا دم گھٹنے لگا۔''[۶]

اسی طرح افسانہ ''جڑیں'' ایک ایسے سادہ لوح دیہاتی لڑکے کی کہانی ہے جو اپنی جڑوں سے ہمیشہ جڑے رہنا چاہتا ہے مگر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے گاؤں سے شہر آتا ہے اور وہاں کا ماحول اس کی تعلیم میں مخل ہوتے ہیں۔

> ''وہ ہاسٹل میں آنے سے قبل خود کو بہت لائق فائق سمجھتا تھا، سکول کے امتحانوں میں اس کے بہت نمبر آتے تھے، مگر یہاں کالج اور ہوسٹل میں آ کر اس کا شمار رجعت پسند اور دقیانوسی خیالات رکھنے والے طالب علموں میں ہونے لگا تھا۔''[۷]

منشا یاد کا دوسرا مجموعہ ''ماس اور مٹی'' (۱۹۸۰ء) دیہاتی زندگی کے تناظر میں شخص کے خارج اور باطن میں پیدا ہونے والی کیفیات کو نئے انداز سے گرفت میں لینے میں کامیاب ہوا۔ یہاں بھی انھوں نے حقیقت نگاری کی روایت کو قائم رکھا تاہم اس روایت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ یہ قدرے ایک بلند سطح سے ہمکنار ہوئی۔ یہاں بھی موضوع دیہاتی معاشرت میں بکھری بھوک، فرد کی خارجی اور داخلی زندگی، جسمانی اذیت اور کیفیت وغیرہ کی نمائندگی کی ہے۔ اس حوالے سے اس مجموعے میں شامل افسانوں میں ''پانی میں گھرا ہوا پانی''، ''اپنا گھر''، ''باگھ بگھیلی رات''، ''ماس اور مٹی''، ''بانجھ ہوا میں سانس''، ''کچی پکی قبریں''، ''راستے بند ہیں''، ''رکی ہوئی آوازیں''، ''پے انگ گیسٹ'' وغیرہ اہم ہیں جن میں دیہاتی رسم و رواج، میلوں ٹھیلوں، طبقاتی تقسیم اور دیہی ماحول کی عکاسی اس انداز سے کی ہے کہ ہر چیز نمایاں ہوتی ہے اور شاید ہی دیہی معاشرت کی ثقافت کا کوئی پہلو پس پردہ رہ گیا ہو۔

افسانہ ''باگھ بگھیلی رات'' میں دیہات کے ماحول کو پیش کیا گیا ہے۔ جاگیردرانہ نظام کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے اس نظام میں غریبوں کو سچ بولنے کا اختیار حاصل نہیں۔ چوہدری اپنے دشمنوں کی بھیڑ ذبح کر دیتے ہیں لڑکی کا باپ عدالت میں سچ بولتا ہے لیکن اس سچ کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑتا ہے۔

وہ خود بھی حیران تھا کہ کب اور کیسے اس نے سچ کے زہر کا پیالہ منہ سے لگا لیا باہر آ کر اس نے ان سے معافی مانگنا چاہی مگر انھوں نے بھڑیوں جیسے منہ پھاڑ کر کہا، تمہارے اپنے گھر میں بھی بھیڑ ہیاب دیکھتے ہیں تم اسے کیسے بچاتے ہو۔

افسانہ ''کچی پکی قبریں'' دیہی معاشرت میں طبقاتی تقسیم کے موضوع پر پیش کیا گیا اہم افسانہ ہے۔ اس افسانے میں دیہی پس منظر ہے۔

''اُڈیاں نی کونجاں ، وچ اک ساوی کونج اے''

''اچیاں محلاں والیے پا دے خیر فقیراں نوں'' ۸

اس افسانے میں ایک ایسے دیہاتی کردار ''کوڈو فقیرا'' کی عکاسی کی گئی ہے جو زندگی کو کائنات کے وسیع پس منظر میں یا فلسفے کے آئینے میں نہیں دیکھتا بلکہ زندگی کو اسی طرح دیکھتا ہے جیسی وہ نظر آتی ہے۔ اس کے ذہن کی اڑان بہت اونچی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ افسانے کے آخر میں جب کوڈو فقیر چودھری فضل دین اور نمبردارنی روشن بی بی کی قبروں میں اپنے ماں باپ کی ہڈیوں کو منتقل کرتا ہے تو کہتا ہے:

''کوڈو فقیر بدبختا کون کھود کر دیکھتا ہے اور دیکھ بھی لے تو کون پہچان سکتا ہے۔ امیر اور غریب سب کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔'' ۹

اسی طرح اس افسانے میں دیہاتی رسوم ورواج کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے معمولات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ افسانہ ''پانی میں گھرا ہوا پانی'' دیہی پس منظر میں لکھی ہوئی کہانی ہے جس میں دیہی ماحول کی عکاسی علامتی انداز سے ہے۔ آدمی مٹی سے گھوڑے، بیل اور بندر بنا سکتا ہے مگر آدمی نہیں بنا سکتا وہ ایسا آدم تخلیق نہیں کر سکتا، ایک ایسا آدم جو انسانیت کا حاصل ہے۔ منشا یاد کی دیہی ماحول سے گہری وابستگی اور دیہاتی لوگوں کی سادگی ان کے افسانہ ''اپنا گھر'' میں ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اس افسانے میں کردار شہری زندگی کی گھٹن اور آلودگی سے فرار حاصل کر کے گاؤں کا رخ اختیار کرتے ہیں افسانہ نگار اپنے گھر والوں کو لے اس کر مشینی ماحول سے نکلنا چاہتا ہے گاؤں کی زندگی میں سادگی اور خلوص ہے اسی لیے وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گاؤں جانے کا پروگرام بناتا ہے:

''آسائشوں اور سہولتوں نے ہم سے سچی زندگی کا ذائقہ چھین لیا ہے اور سادگی کی ابتدا آج ہی سے ہونی چاہیے اس نے کہا: کیوں نہ ہم چھٹیاں لے کر کچھ دنوں کے لیے گاؤں چلے جائیں اور بے تکلفی سادگی اور فطری زندگی گزارنے کی عادت ڈالیں اور کھوئے ہوئے سچے ذائقوں سے آشنائی حاصل کریں۔'' ۱۰

افسانہ ''ماس اور مٹی'' اس مجموعے کا چونکا دینے والا افسانہ ہے جس میں انسان کی کبھی نہ مٹنے والی بھوک کو نا تو سانسی کا مجسم بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ یہ جملہ بے حد معنی خیز ہے: ''لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ایک ہی آدمی ہے جو صدیوں سے بھوکا ہے۔'' ۱۱

پوری کہانی بغاوت اور معاشرے کی ناانصافی کا تاثر پیش کرتی ہے جو قاری کے ذہن میں تا دیر برقرار رہتا ہے۔ اسی طرح افسانہ ''(الف جمع ب)۲'' ، ''بانجھ ہوا میں سانس'' اور ''خواب در خواب'' میں بھی دیہی معاشرت کی عکاسی مختلف واقعات و کرداروں کے ذریعے کی ہے۔ جو طبقاتی جبر اور جاگیردارانہ استحصال کا شکار ضرور ہیں مگر اس جبر کو ختم کرنے کے لیے بغاوت کی صدا بلند نہیں کرتے بلکہ تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

منشا یاد نے دیہاتی معاشرت کی عکاسی میں عام طور پر صدیوں سے طاری جبرت کی کیفیت کو گرمیوں کی

دوپہر کی شدید دھوپ کی صورت میں بطور علامت پیش کیا۔دھوپ ان کے ہاں انسان کی مجبوری کی علامت ہے۔یہ بے بس ولاچاری شہری زندگی سے نہیں بلکہ دیہاتی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔منشایاد نے اپنے نظریے کے تحت اسی زندگی کے فرد کی معصومیت اور سادہ لوحی کو اس کی تلخی و شدید صورت میں پیش کیا جس کے تحت ان کے افسانوں میں نیکی و بدی کی قوتوں میں کشمکش کی وجہ سے انسان کی بے بسی اور زیادہ ابھر کر دکھائی دیتی ہے۔اس حوالے سے منشایاد کا افسانوی مجموعہ ''خلا اندر خلا'' (۱۹۸۳ء) میں شامل افسانے ''مائی فٹ''، ''پھانس''، ''کیلنڈر''، ''خلا اندر خلا''، ''آدم بو''، ''تھوہر کا کانٹا''، ''بوکا اور تماشا'' وغیرہ اہم ہیں۔جن میں دیہاتی زندگی کی معصومیت، سادہ لوحی، بے بسی ولاچارگی کے ساتھ ساتھ جاگیرداری واستحصالی نظام کی جکڑ بندیاں بھی موجود ہیں۔یہاں پر منشایاد نے دیہاتی زندگی میں نیکی و بدی کی قوتوں کی کشمکش کو خوبصورتی سے ابھارا جس کی عمدہ مثال افسانے ''آدم بو''، ''تھوہر کا کانٹا'' ہیں۔''مولوی اللہ رکھا نذر نیاز نہیں لیتے تھے۔بڑے درویش صفت انسان تھے۔''[۱۲]

اسی طرح افسانہ ''آدم بو'' میں دیہات میں فاتحہ خوانی اور رسم قل و چالیسویں کے ختم ورواج اور سوگ کی رسم کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔

> ''ایک بار ذیلدار کا چالیسواں تھا۔اس کے متمول بیٹوں نے چالیسویں کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ پوری برادری کو کھانے کی دعوت دی اور ختم کے موقع پر مولوی صاحب کے سارے کنبے کے کپڑے اور دنیا جہاں کی نعمتیں پھل اور میوے حاضر کیے۔''[۱۳]

افسانہ ''مائی فٹ'' میں دیہی معاشرت کے زمیندار طبقے کو موضوع بنایا گیا ہے۔دیہات میں زمیندار کو بڑا بلند درجہ حاصل ہوتا ہے اور دیہاتی اسے خوش رکھنے کے لیے طرح طرح کے طریقے اختیار کرتے ہیں۔منشایاد نے ان مناظر کو بڑے واضح انداز میں افسانے میں بیان کیا ہے۔

> ''چودھری نور محمد اپنے گھوڑے پر سوار کلف دار طُرّہ لہراتا بڑی شان سے جا رہا تھا۔گھوڑے کے سموں سے اٹھنے والی گرد سے بے نیاز اس کا ملازم کالو پیچھے پیچھے بھاگتا جا رہا تھا۔جگہ جگہ راستہ چلتے اور کھیتوں میں کام کرتے کسان اسے سلام کرتے۔''[۱۴]

افسانہ ''خلا اندر خلا'' اور ''تماشا'' میں منشایاد نے صدیوں سے طاری جبر کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔اور دیہاتی زندگی کے ساتھ ساتھ شہری زندگی کا بھی بڑا قوی مشاہدہ و تجربہ نظر آتا ہے۔

منشایاد نے یہی معاشرت میں ان چیزوں کو پیش کیا جو قاری کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں۔ان کی نظروں میں یہ دیہی زندگی مختلف کیفیات سے دوچار ہے کہ اگر جن کے موضوعات کو تقسیم کیا جائے تو چار بڑے موضوع سامنے آتے ہیں۔

(۱) محبت (۲) اپنے معاشرے سے محبت
(۳) دیہی زندگی کے تفکرات وتاثرات (۴) دیہاتی زندگی اور ریاست

منشا شاد نے انہی موضوعات کو دیہات کے زندہ کرداروں کے ذریعے اس طرح پیش کیا کہ فکر کے ساتھ فنی تقاضوں کو بھی بطریق احسن برت کر افسانے کو ہر دو پہلوؤں سے ترقی دلائی۔ یعنی ان کے ہاں تکنیک اور اسلوب کے ساتھ موضوعات میں بھی تنوع اور وسعت پائی جاتی ہے۔

منشا یاد نے دیہاتی زندگی کی عکاسی دراصل اپنے ایک خاص نظریے کے تحت پیش کی ہے اور وہ نظریہ کہ جس کی بنیاد اشتراکیت پر استوار ہے اور جس میں انسانیت کا بول بالا کیا جا رہا ہے۔ یہ انسانیت جہاں افسانہ نگار کی اپنی دلی کیفیت سے ہمکنار ہوتی ہے وہاں دیہات کے فرد کے خارج سے زیادہ اس کے باطن میں دلچسپی رکھنے کی کیفیت کو آشکارہ کرتی ہے۔

دیہاتی زندگی کی عکاسی میں منشا یاد نے دیہاتی فرد کی نفسیاتی کیفیت کو بھی پیش کیا ہے۔ فرد کی نفسیات میں دلچسپی منشا یاد کے افسانوں میں ایک نئی جہت ہے۔ لیکن یہ جہت عموماً دیہاتی زندگی کے پس منظر میں رونما ہوتی ہے اور یوں دیہاتی زندگی اپنی تمام تر کیفیات کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔

منشا یاد نے دیہاتی زندگی کی عکاسی میں دو مزید اہم چیزیں مدنظر رکھی ہیں۔

(۱) جاگیردار طبقے کے ہر پہلو کی اس طرح عکاسی کی جائے کہ اس کی ساری کڑاہٹیں شدت کے ساتھ منظر عام پر آئیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ مناظر فطرت کے ساتھ دیہاتی رسم و رواج کو اس طرح پیش کیا جائے کہ جہاں وہ اپنی ثقافت کی نمائندگی کریں وہاں اس ثقافت کے علمبرداروں کی نفسیاتی اور معاشرتی جبر سے بھی قاری بخوبی آگاہ ہو۔

منشا یاد کا چوتھا افسانوی مجموعہ ''وقت سمندر'' (۱۹۸۶ء) اسلوب اور تکنیک کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم اس کے فن پاروں میں بھی دیہاتی زندگی کی معاشرت اور اس کے کردار پیش کیے گئے ہیں۔ جو جیتے جاگتے کردار ہیں اور اپنے ماحول وعہد کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر دیہی زندگی و معاشرت کے تحت زندگی بسر کرنے والے انسانوں کی معصومیت اور سادہ لوحی کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس حوالے سے اہم افسانہ ''اپنا اپنا کاگ'' ہے۔ جس میں کوا اہم کردار ہے یہاں پر گاؤں کے منظر کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے گاؤں کی عورتیں کوے کو سمبل بنا دیتی ہیں، اس کی مثال یوں ہے:

> ''مجھے چڑیا سے ذرا ہمدردی نہ ہوئی بلکہ کوے سے میری دوستی ہوگئی جب کبھی میں گاؤں جاتا وہ مجھ سے پہلے پہنچ کر ماں جی کو میرے آنے کی خبر کر دیتا۔''[۱۵]

اسی طرح سے افسانہ ''دام شنیدن'' میں بھی دیہاتی مناظر اور جانوروں سے محبت وانسیت کے جذبے کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانہ ''دنیا کا آخری بھوکا آدمی'' میں ایک غریب دیہاتی کی کہانی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی ضروریاتِ زندگی اور بھوک کو مٹانے کی خاطر تنکوں کی ٹوکریاں بیچنے گاؤں سے شہر آتا ہے اور بہت سارے ارمان اس

کے دل میں جاگ جاتے ہیں کہ وہ ان پیسوں سے بیوی کی دوائی، بیٹی کے کپڑے، اور بکری کی گانی خریدے گا مگر اس وقت اس کے ارمانوں پر پانی پھر جاتا ہے جب ایک بھی ٹوکری باوجود کوشش کے نہیں فروخت ہوتی:

''آج تیسرا روز ہے اور اس کی ایک بھی ٹوکری فروخت نہیں ہوئی شاید ان کا فیشن ختم ہو گیا ہے یا ڈیزائن پرانے ہو گئے ہیں وہ سڑکوں اور بازاروں میں ٹوکریاں اٹھائے بھوکا پیاسا مارا مارا پھرتا رہا۔''۱۶

افسانہ ''سارنگی'' گاؤں کے پس منظر میں لکھا گیا رومانوی افسانہ ہے، جہاں گاؤں کے ماحول کی عکاسی کے ساتھ ہی سارنگی کی کہانی بھی بیان ہوئی ہے کہ سارنگی کے ساز کے ذریعے دل کے جذبات واحساسات کی ترجمانی نہایت خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ اسی طرح افسانہ ''ببول سے لپٹی ہوئی بیل'' میں بھی گاؤں (دیہات) کے پس منظر کو موضوع بنایا گیا ہے اور گاؤں کے کھیل کھلیانوں، کسانوں، تالابوں اور پھل درختوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس افسانے میں ایک اہم نقطے کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ انسان اپنی دھرتی سے کبھی کٹ کر نہیں رہ سکتا اور واپس لوٹ کر آنے کی خواہش ضرور ابھرتی ہے۔

''ایک طویل عرصے کے بعد گاؤں کی گلیوں سے گزرتے ہوئے مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے کھوئی ہوئی کوئی چیز مل گئی ہو۔''۱۷

ان فسانوں کے علاوہ افسانہ ''وقت سمندر، اوپر جانے والا اور رہائی'' وغیرہ میں بھی دیہی معاشرت کی عکاسی بہت خوشدلی سے پیش کی ہے۔

اسی طرح منشا یاد نے ابتدائی دور کے بعد کے افسانوں میں بھی دیہی معاشرت کی نمائندگی کہیں تو دیہاتی کرداروں، کہیں مکالموں، منظر نگاری اور کہیں دیہاتی رسم ورواج اور ماحول کو موضوع بنا کر اور ان کے حسن و قبح کو ایک مصور کی طرح پیش کیا ہے اس حوالے سے ان کا افسانوی مجموعہ ''درخت آدمی'' (۱۹۹۰ء) مکمل طور پر دیہاتی معاشرت وزندگی کا مرقع ہے کہ جس میں بھوک، محبت دیہی پنجاب کی روایات اور اپنے مفاد کو دوسروں کے مفاد پر قربان کر دینے کے واقعات سے عبارت ہیں۔ دیہی زندگی کی یہی محبت اس کے افسانوں کی جان ہے۔ اور منشا یاد نے خود کو دیہی معاشرت وزندگی کے افقی یا عرضی پہلوؤں تک محدود نہیں رکھا بلکہ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

''منشا یاد ایک ایسا افسانہ نگار ہے جس کی ذات میں پورے کا پورا گاؤں آباد ہے سو جب وہ افسانہ لکھتا ہے تو گاؤں کے افقی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے عمودی پہلو بھی از خود افسانے کے تار وپود میں شامل ہو جاتے ہیں۔''۱۸

منشا یاد کے اس مجموعے کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے پنجاب کی دیہی معاشرت کے استعاراتی پہلوؤں پر زور دے کر اپنے افسانوں میں نئے معنی پیدا کیے ہیں یہاں پر گاؤں کے توتے، فاختائیں، کوے، اور پیڑ پودے تک اپنی جون سے باہر آ کر ہمیں کچھ اور جہانوں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ اس مجموعے میں ان کے افسانے ''شجر بے سایہ، پولی تھین، پنج کلیان، پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں، چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں، درخت

آدمی'، وغیرہ دیہی معاشرت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان میں افسانہ ''پنج کلیان'' کا کھلا مظاہرہ کیا۔ بالخصوص بیگی اس مظاہرے کے لیے خود کو ہر صورت میں پیش کر دیتی ہے:

''وہ اس روز سے زخمی ناگن کی طرح پھنکارتی پھرتی ہوگی جس روز سے صبیحہ اور بھینس کا واقعہ پیش آیا وہ ضرور یہ ثابت کرنا چاہتی ہوگی کہ وہ بھی بھینس کا سامنا کرسکتی ہے اور وہ جادو جو ایک شہری لڑکی جانتی تھی وہ اسے بھی آتا ہے۔''۱۹

افسانہ ''چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں'' میں دیہاتی زندگی کی رنگا رنگ تصویروں کو نہایت بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔اور دیہاتی رسوم و رواج بالخصوص شادی بیاہ کی رسوم کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ دیہات میں شادی کی تیاریاں ہفتوں بلکہ مہینوں پہلے شروع ہو جاتی ہیں نہ صرف شادی والے گھر میں رونق ہوتی ہے بلکہ پورا گاؤں ان کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتا ہے۔اگر شادی چودھری کے لڑکے یا لڑکی کی ہو تو پورا گاؤں بارات کا استقبال کرتا ہے اور پورے گاؤں کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔منشایاد نے افسانہ ''چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں'' میں اس رسم کو واضح کیا ہے۔

''گاؤں کی عورتوں کے ہمراہ بارات کے استقبال کے لیے کھڑی سٹھنیاں گا رہی تھیں ۔۔۔۔ گاؤں کی لڑکیاں چھتوں کی منڈیروں سے براتیوں کو دیکھ رہی تھیں گاؤں بھر میں زردے، پلاؤ اور قورمے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔''۲۰

اسی طرح اس افسانے میں گاؤں میں سال ہا سال سے جاری رہنے والی انتقام در انتقام لڑائیوں اور چوری ڈکیتیوں کا بھی تذکرہ نہایت خوبصورتی سے کیا ہے۔

''زمینداروں کے دو گروہ پشت ہا پشت سے آپس میں موت کی ہولی کھیلتے آئے تھے اس نے بچپن میں بھی انتقام در انتقام کے سلسلوں کی کئی لڑائیوں کے علاوہ چوریوں اور ڈاکوں مین بھی ملوث ہو گئے تھے۔''۲۱

افسانہ ''درخت آدمی''، میں منشایاد نے درخت اور آدمی کو باہم یکجا کر کے انسانی ارتقا کے ایک قدیم دور کو بالائے زمین لایا ہے، اس افسانے میں کرمو اور درخت کا رشتہ آہستہ آہستہ اجاگر ہوتا ہے۔ پہلے دوست اور پھر ایک ہو جاتے ہیں۔ساتھ ہی کرمو جو کہ ایک عام مزدور تھا مگر گھروں، کھیتوں، اور قبروں کے سرہانے درخت لگانے کے لیے گاؤں کے لوگ اسی سے مشورے اور خدمت حاصل کرتے تھے سارے گاؤں میں درختوں سے اس کی دلچسپی محبت اور واہموں کے طرح طرح کے قصے مشہور تھے۔اور گاؤں کے درختوں کے بارے میں اسے پتہ رہتا ہے کہ کون سا درخت ٹوٹ یا کٹ چکا ہے کون سا کس حال میں ہے۔اس کی مثال ملاحظہ کیجئے:

''باغ کے درخت تو اسے مثل اپنے بزرگوں، دوستوں اور بیٹوں کے عزیز تھے اس کے علاوہ گاؤں کے بعض درختوں سے اسے خاص لگاؤ تھا جن میں چوپال کا بوڑھا برگد شامل تھا جس کے سائے

میں گرمیوں کی دوپہروں کو آدمی اور مویشی پناہ لیتے اور ڈھولے اور واریں گانے کی محفلیں سجتی تھیں۔''۲۲

افسانوی مجموعہ ''دور کی آواز''(۱۹۹۴ء) میں منشایاد نے دیہی نفسیات کو اپنے تصور کی آمیزش سے پیش کیا۔ دیہی زندگی کے کردار تحلیل نفسی کے عمل سے گزرتے ہیں اور افسانہ نگار ان کے نفسیاتی علاج میں مصروف ہے۔ دیہاتی زندگی کی عکاسی میں مرد کی نفسیات میں دلچسپی منشایاد کے فن پاروں میں ایک نئی جہت سے روشناس کروایا۔ اس حوالے سے ان کے افسانے ''دھند کے پیچھے، دور کی آواز، پل صراط، تیسرا گھر، زائدالمیعاد'' وغیرہ اہم ہیں۔

افسانوی مجموعہ ''تماشا'' (۱۹۹۸ء) قدرے الگ نوعیت کا ہے جس میں منشایاد نے اپنی آپ بیتیوں کو جگ بیتیوں کے قالب میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہاں بھی وہ اپنا دامن دیہی زندگی کی عکاسی سے نہیں چھڑا سکے اور دیہات کے جاگیردار طبقے کی عکاسی کو ضروری سمجھا۔ جس کے تحت معاشرتی جبر جنم لیتا ہے اور یہ جبر شدید اس وقت ہوتا ہے جب دیہاتی رسم و رواج بھی اس کی شدت میں اضافہ کرنے لگتے ہیں۔

افسانہ ''ساجھے کا کھیت'' میں جاگیردار طبقے کی عکاسی کی گئی ہے۔ اور اس افسانے میں منشا یاد نے زمینداروں کی انسانیت سوز کیفیت کو بیان کیا ہے۔ کہ انہیں جو جوتا پسند نہ آتا وہ اسے کسانوں کے سروں پر مار مار کر توڑ دیتے تھے۔

''وہ تو ایک نہایت معمولی موچی کی بیٹی تھی جوان کا سیپی اور ادنیٰ ملازم تھا۔ جوتا پسند نہ آتا یا پاؤں کو کاٹتا تو وہ اس کے سر پر مار مار کر توڑ ڈالتے۔''۲۳

افسانہ ''تماشا کل اور آج'' میں دیہاتی رسم و رواج اور مناظر کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تو افسانہ ''دیدہ یعقوب'' میں گاؤں سے محبت وانسیت کے جذبے کو ابھارا گیا ہے کہ تعلیم و ملازمت کی وجہ سے گاؤں کی دھرتی کو خیرآباد کہ کر شہر میں آباد ہونے والے لوگ بھی ایک دن اپنی زمین کی طرف واپس ضرور لوٹتے ہیں یہ شہروں کی چمک دمک اور رونقیں ان کو دلی سکون نہیں پہنچا سکتیں۔ اس افسانے میں ایک بیٹے کی جدائی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور جس دن اس کی آمد ہوتی اس دن اس کے ماں باپ کی خوشی دیدنی ہوتی ہے۔

''ابا کہتے یہ پانچ روز مری رہتی ہے۔ ہفتہ کے دن مشین بن جاتی ہے اس روز ماں جی اندر باہر جاتے، ہنڈیا میں ڈوئی چلاتے اور بستروں کی چادریں اور تکیوں کے غلاف بدلتے ہوئے مولوی عبدالستار کا استوارہ گنگناتی ہیں۔

چھن چھن وار اداسی ہوئی کیوں نہیں آیا یار میاں
نین میرے بھر ہنجور وون کر کے زارو زار میاں
غم سینار چھکے چند میری جیوں بارے وچ تار میاں
آکھ ستار رٹھوں کس کارن ایہہ دنیا دن چار میاں''۲۴

منشایاد کے آخری افسانوی مجموعہ "خواب سرائے" (۲۰۰۵ء) میں شامل افسانہ "ماں جی" بھی گاؤں کے پس منظر میں لکھا گیا افسانہ ہے جس میں ماں جی کا کردار ایک دیہی ماں کی بھرپور عکاسی پیش کرتا ہے جس سے دیہات میں رہنے والی ماں کے خدوخال سامنے آجاتے ہیں۔

> "ان کے رویے میں بردباری اور لہجے میں ایک عجیب سی مٹھاس تھی۔ وہ سرتاپا شفقت اور محبت تھیں جس سے بڑا جادو دنیا میں ابھی تک ایجاد نہیں ہوا۔ اپنے شوہر اور بچوں سے ہی نہیں وہ اپنے والدین، بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے بھی بے حد محبت کرتی تھیں۔" ۲۵

افسانہ "بیل کہانی" میں بھی گاؤں کے کلچر کو پیش کیا گیا ہے۔ اور یہاں پر ایک بیل کی کہانی کو پیش کیا گیا ہے جو انتہائی خودسر اور ضدی تھا ساتھ ہی اس کو کھانے پینے کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ منشایاد نے اس کی خصلتوں کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

> "وہ گاؤں ہی کی نہیں پوری ذیل کی فصلیں اجاڑتا پھرتا۔ اگر حویلی میں ہوتا تو ماں کے حصے کا گتاوا بھی ہڑپ کر جاتا۔ اسی اچھی اور وافر خوراک کی بدولت ہی وہ چند برسوں میں بہت کیم شحیم سانڈ بن گیا اور ذیل دار نے اسے ہل میں جوتنے کے بجائے اپنے اثر ورسوخ سے اس کی قیمت وصول کر کے اس پر سرکاری سانڈ کی مہر بھی لگوادی۔" ۲۶

افسانہ "پنجرے میں بسیرا" میں ملکی حالات کے ساتھ ساتھ مرکزی کردار جو باہر کے ملک سے گاؤں لوٹتا ہے اور گزشتہ باتوں کو سوچتا ہے اس کا تقابل کیا گیا ہے۔ اور افسانہ "پنجرے والا گھر" میں دیہاتی معاشرت کے پس منظر کو بیان کیا ہے۔ اس افسانے میں گاؤں میں گزری ہوئی زندگی کی یادیں گردش کرتی نظر آتی ہیں۔

> "سوتے جاگتے بچپن کا گاؤں، کھیت کھلیان اور اماں ابا کو دیکھتی رہتی۔ جاگتی آنکھوں سے بھی بہت سے سپنے دیکھ لیتی۔ آنکھیں بند کرتی تو وہ بیتی ہوئی پھاگن چیت کی ایک اجلی صبح میں جا کھلتیں۔ ہائے نی کیسے اچھے دن تھے۔" ۲۷

یہاں پر منشایاد نے گاؤں میں یک طرفہ پروان چڑھنے والے عشق کی داستان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ منشا یاد نے دیہات کی سادہ و معصوم زندگی کے تمام پہلوؤں کو بڑے فنکارانہ انداز سے پیش کیا ہے انہوں نے دیہاتیوں کے جذبات واحساسات اور وہاں کے رنگا رنگ قدرتی مناظر کو پوری رنگینی اور جزئیات کے ساتھ ابھارا ہے وہاں کے کھیت کھلیان، چوپال، رہٹ، سادہ وصاف گھر، جلسے جلوس، میلے، عوام کی خلوص دلی گویا ہر چیز پر ہماری نظر اس طرح پڑتی ہے جیسے ہم انھیں وہیں کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

منشا یاد نے دیہاتی معاشرت کے صبح شام اور دوپہر کے مناظر کو بھی اپنے افسانوں میں بڑی مہارت وخوبصورتی سے قلم بند کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کے افسانے "کتا کہانی، تماشا کل اور آج، پانی میں گھرا ہوا پانی" وغیرہ اہم ہیں۔ جن میں تمام مناظر کو پوری جزئیات نگاری سے سمونے کی کوشش کی ہے۔

''شام ہو رہی تھی۔ پرندے گاؤں سے باہر رات کے ٹھکانوں کی تلاش میں اور مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ گاؤں کو لوٹ رہے تھے۔۔۔زیادہ تر گھروں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ لوگ عام طور پر رات کا کھانا بھی چھت پر ہی کھاتے اور باتیں کرتے ہوئے اڑوس پڑوس کے معاملات میں دخل اندازی بھی کرتے رہتے۔''۲۸

منشا یاد کے تمام افسانوی مجموعے زندگی کے مختلف موضوعات سے عبارت ہونے کے باوجود ایک اہم موضوع کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھتے ہیں اور وہ ہے دیہاتی معاشرت کی عکاسی۔ ان کے بیشتر فن پارے بیسویں اور اکیسویں صدی کے دیہات اور ان سے منسوب جملہ لوازماتِ زندگی کو بیان کیا ہے۔ یہ وہی مسائل ہیں جو کل بھی تھے اور آج بھی جوں کے توں ہیں یہاں تک کہ نچلی ذاتوں کو خواہ ہندو معاشرہ ہو یا مسلم کو مسائل اور معاملات زندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ نہ صرف استحصالی نظام کی جکڑ بندیاں ان کی زندگی اجیرن کر دیتی ہیں بلکہ ان کی زندگیاں جاگیرداروں کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے منشا یاد کے دو اہم افسانے ''ساجھے کا کھیت'' اور ''مائی فٹ'' ابھر کر سامنے آتے ہیں جن میں جاگیردارانہ نظام اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات کو نہایت شدت کے ساتھ اس طرح پیش کیا کہ مرقع نگاری کا حق ادا کر دیا اس منظر کشی میں انھوں نے کمی کمینوں کے ساتھ زمینداروں اور چوہدریوں کے ناروا سلوک کو شدت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

''وہ اپنے علاقے میں صاحب اقتدار ہے اور اپنے عہد میں رہتا ہے۔ اس وقت میں اور تم بھی چوہدری نور محمد کے عہد سانس لے رہے ہیں۔''۲۹

منشا یاد نے دیہات کو اپنا موضوع بنایا اور یہاں کی جیتی جاگتی تصویروں میں واقعات کی گہما گہمی میں ہمیں ہر جگہ چلتے پھرتے کردار دکھائی دیتے ہیں اور اس زندگی کی تعمیر انہی چلتے پھرتے کرداروں سے ہوتی ہے

''منشا یاد کے افسانے دیہات کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں ان کے کردار اکثر معاشرے کے انتہائی نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کرداروں کے توسط سے جو فضا ابھرتی ہے اس فضا سے وہ مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔''۳۰

ان کے دیہاتی کرداروں میں چودھری، جاگیردار، مولوی، اور نچلے طبقے کے معاشرے میں سے علیا نائی، کوڈو فقیر، دتا کمہار، صادو ترکھان، شیدو مہترانی، وغیرہ اہم کردار ہیں جو بے زبان طبقے سے تعلق رکھتے ہیں یہ کردار طبقاتی تشدد کے باوجود اپنے باطن میں محبت و اخوت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

منشا یاد دیہاتی زندگی کی رنگا رنگ تصویروں کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔ دیہاتی غربت کے باوجود رسم و رواج کے زیادہ پابند ہوتے ہیں ان کی رسوم اتنی مہنگی نہیں ہوتیں چاہے وہ شادی بیاہ کی رسوم و روایتیں ہوں میلوں ٹھیلوں، کسی مہمان کی دیہات میں آمد ہو یا کسی کی فاتحہ خوانی اور سوگ کی رسوم اور عقائد سب کی زندہ مثالیں منشا یاد

کے افسانوں میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔شادی بیاہ کی رسوم کا ذکر افسانہ ''چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں''،میلوں ٹھیلوں اور عرس کی روداد کو افسانہ ''تماشا کل اور آج ،راستے بند ہیں'' میں بیان کیا ہے اسی طرح کسی مہمان کی آمد اور اس کے استقبال و خاطر مدارت کا احوال افسانہ ''کج بحثیاں ،اپنا اپنا کاگ'' میں بیان کیا ہے۔اور دیہات میں غم و دکھ کے واقعات کی عکاسی ''آدم بو اور کچی پکی قبریں'' میں کی ہے۔گویا منشایاد نے دیہاتی تہذیب وثقافت اور کلچر کی نمائندگی جس عمدگی سے کی ہے اس کی مثال افسانے کی دنیا میں کم ہی ملتی ہے۔اور جس فنکارانہ انداز میں دیہی رسم ورواج کی عکاسی منشایاد نے کی ہے شاید ہی دیہی ثقافت وکلچر کا کوئی پہلو پس پردہ رہ گیا ہو۔

> ''منشایاد کی دیہات نگاری کلچر کے زاؤیہ نگاہ سے زندگی پر نظر ڈالتی ہے۔۔۔۔دیہات کے پس منظر کی کہانیوں میں زندگی ثقافت کے تمام تر رنگوں کے ساتھ رواں دواں ہے۔''۳۱

منشایاد نے دیہی ماحول پر افسانے لکھتے ہوئے پنجابی زبان کے جملوں کا بھی وقتاً فوقتاً استعمال کیا ہے۔

اچیاں محلاں والیے یاد ے خیر فقیراں نوں ۳۲

نی شیدو تینوں سب لڑے ۳۳

بے بے تھوڑا جیہا گڑ دے ۳۴

منشایاد کو کہانی کہنی آتی ہے افسانوں میں پنجاب کا ایسا نقشہ کھینچا ہے جو مقامی استعمار اور استحصال کے جبر کے نیچے انسانی معیار سے نچلی سطح پر زندگی گزارتا ہے۔منشایاد معاشرے کے نقاد ہیں اسی لیے انھوں نے تضادات سے پر شہری اور دیہی زندگی کی عکاسی خوبصورتی سے کی ہے بقول اسلم سراج الدین:

> ''ایک ہموار مائع بیانیے، گہرے عصری، تاریخی، سماجی اور طبقاتی شعور، اپنی مٹی سے گہرے ربط اور فنی طور پر ہمیشہ معمولیت سے اوپر اٹھنے کی کوشش نے منشایاد کے فن کو وہ تابنا کی عطا کی ہے کہ روحِ عصر جس میں آئینہ دیکھتی ہے۔''۳۵

منشایاد معاشرے اور معاشرتی زندگی کے علاوہ فرد کے بارے میں مخصوص رویہ رکھتے ہیں وہ انسانوں سے محبت کرتے ہیں اپنی مٹی سے ،تہذیب وثقافت اور معاشرے اور دیہی زندگی سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں ۔اور ایک حقیقت پسند افسانہ نگار ہونے کے باوجود ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں رہے مگر بڑی صداقت سے معاشرے کی سفاکیوں کو بیان کرتے ہیں ان کے افسانوں کا خمیر ماحول سے اٹھا ہے وہ ماحول کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر اپنے محسوسات سے کہانی تخلیق کرتے ہیں۔ڈاکٹر فوزیہ اسلم اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> ''صداقت اظہار ان کے ہاں فیاض ہے اور معاشرے کے بارے میں بات کرنے کا اندازا ور رویہ اسی دروبست سے کھلتا ہے۔''۳۶

منشایاد کے افسانوں میں صداقت ،حقیقت نگاری اور ندرت و پرکاری کا رنگ غالب نظر آتا ہے اور منشایاد کی کامیابی کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ انھوں نے کہانی پن کے جوہر کو قائم رکھتے ہوئے کہانی میں ماہرانہ بنت سے

کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرافٹ میں منشایاد سب افسانہ نگاروں سے ممتاز اور منفرد ہے اور ان کے افسانوں میں ہمیں پورا ایک عہد نظر آتا ہے، وہ عہد جس میں وہ خود زندہ و جاوید ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ اسد فیض، منشا یاد سے ایک ادبی مکالمہ، (دہلی: ادب ساز، اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۶ء)، ص ۱۵۵

۲۔ جمیل ملک، ادبی منظر نامے، (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ص ۲۹۹

۳۔ اسد فیض، ڈاکٹر، پریم چند کی روایت کا دیہات نگار، (دہلی: ادب ساز، اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۶ء)، ص ۱۸۹

۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، (لاہور: عزیز بک ڈپو، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۶۳

۵۔ نجم الحسن رضوی، درخت آدمی، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۲۸

۶۔ منشایاد، بند مٹھی میں جگنو، مشمولہ بند مٹھی میں جگنو، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۴۵

۷۔ منشایاد، جڑیں، مشمولہ بند مٹھی میں جگنو، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۴

۸۔ منشایاد، باگھ بگھیلی رات، بشمولہ ماس اور مٹی، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۲

۸۔ منشایاد، کچی پکی قبریں، بشمولہ ماس اور مٹی، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۳

۹۔ ایضاً، ص ۲۶

۱۰۔ منشایاد، اپنا گھر، مشمولہ ماس اور مٹی، ایضاً، ص: ۳۷

۱۱۔ منشایاد، ماس اور مٹی، مشمولہ ماس اور مٹی، ایضاً، ص: ۵۶

۱۲۔ منشایاد، آدم بو، مشمولہ خلا اندر خلا، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء)، ص: ۸۴

۱۳۔ ایضاً، ص: ۸۵

۱۴۔ منشایاد، مائی فٹ، مشمولہ اندر خلا اندر، ایضاً، ص: ۱۰۲

۱۵۔ منشایاد، اپنا اپنا کاگ، مشمولہ وقت سمندر، (لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء)، ص: ۱۹

۱۶۔ منشایاد، دنیا کا آخری بھوکا پیاسا آدمی، مشمولہ وقت سمندر، ایضاً، ص: ۳۴

۱۷۔ منشایاد، ببول سے لپٹی ہوئی بیل، مشمولہ وقت سمندر، ایضاً، ص: ۱۰۸

۱۸۔ وزیر آغا، مشمولہ درخت آدمی از منشایاد، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰ء)، ص: ۲۱۳

۱۹۔ منشایاد، پنج کلیان، مشمولہ درخت آدمی، ایضاً ص:۶۳

۲۰۔ منشایاد، چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں، مشمولہ درخت آدمی، ایضاً ص:۷۹

۲۱۔ منشایاد، چیزیں اپنے تعلق سے پہچانی جاتی ہیں، مشمولہ درخت آدمی، ایضاً، ص:۷۸

۲۲۔ منشایاد، درخت آدمی، مشمولہ درخت آدمی، ایضاً ص:۱۹۱۔۱۹۲

۲۳۔ منشایاد، ساجھے کا کھیت، مشمولہ میں اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا، ایضاً، ص:۵۹۴

۲۴۔ منشایاد، دیدئہ یعقوب، مشمولہ اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء) ص ۶۰۵

۲۵۔ منشایاد، ماں جی، مشمولہ اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء) ص ۶۷۱

۲۶۔ منشایاد، بیل کہانی، ایضاً ص:۴۷

۲۷۔ منشایاد، پنجرے والا گھر، ایضاً ص:۹۳

۲۸۔ منشایاد، کتا کہانی، مشمولہ خواب سرائے، (اسلام آباد: خیابان سہروردی، ۲۰۰۵ء) ص:۱۳۹

۲۹۔ منشایاد، مائی فٹ، ایضاً ص:۲۳۵

۳۰۔ خاور نقوی، منشا یاد کے تیس منتخب افسانے، (لاہور: پاکستان بکس لٹریری ساؤنڈز، ۱۹۹۲ء) ص:۱۵

۳۱۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، منشایاد کے منتخب افسانے، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۹ء)، ص:۲۹

۳۲۔ منشایاد، کچی پکی قبریں، مشمولہ ماس اور مٹی، ایضاً ص:۲۳

۳۳۔ منشایاد، (اجمع ب) ۲، ایضاً ص:۸۳

۳۴۔ ایضاً ص:۸۳

۳۵۔ اسلم سراج الدین، محمد منشا یاد: شخصیت اور فن، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ء) ص:۲۴۲

۳۶۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۷ء) ص:۴۲۶

ماخذ:

۱۔ اسد فیض،ڈاکٹر،پریم چند کی روایت کا دیہات نگار ،دہلی:ادب ساز،اکتوبر دسمبر، ۲۰۰۶ء۔

۲۔ اسلم سراج الدین،محمد منشا یاد :شخصیت اور فن ،اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ء۔

۳۔ اقبال آفاقی،ڈاکٹر،منشایاد کے منتخب افسانے،فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۰۹ء۔

۴۔ انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی مختصر تاریخ،لاہور:عزیز بک ڈپو،۲۰۰۶ء۔

۵۔ جمیل ملک،ادبی منظر نامے،لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۹۶ء۔

۶۔ خاور نقوی،منشا یاد کے تیس منتخب افسانے،لاہور:پاکستان بکس لٹریری ساؤنڈز، ۱۹۹۲ء۔

۷۔ فوزیہ اسلم،ڈاکٹر،اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات،اسلام آباد:پورب اکادمی، ۲۰۰۷ء۔

۸۔ منشایاد،آدم بو،مشمولہ خلا اندر خلا،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۰ء۔

۹۔ منشایاد،باگھ بگھیلی رات،بشمولہ ماس اور مٹی،فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۱۰ء۔

۱۰۔ منشایاد،بند مٹھی میں جگنو،بشمولہ بند مٹھی میں جگنو،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۰ء۔

۱۱۔ منشایاد،جڑیں،بشمولہ بند مٹھی میں جگنو،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۰ء۔

۱۲۔ منشایاد،کچی پکی قبریں،بشمولہ ماس اور مٹی،فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۱۰ء۔

۱۳۔ منشایاد،کتا کہانی ،مشمولہ خواب سرائے،اسلام آباد:خیابان سہروردی،۲۰۰۵ء

۱۴۔ منشایاد،اپنا اپنا کاگ ،مشمولہ وقت سمندر،لاہور:گورا پبلشرز،۱۹۹۵ء۔

۱۵۔ منشایاد،دیدئہ یعقوب ،مشمولہ اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱ء۔

۱۶۔ منشایاد،ماں جی ،مشمولہ اپنے افسانوں میں تمہیں پھر ملوں گا،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۱ء۔

۱۷۔ نجم الحسن رضوی،درخت آدمی،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۰ء۔

۱۸۔ وزیر آغا،مشمولہ درخت آدمی از منشایاد،اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۰ء۔

☆☆☆